عربی تنقید نگاری، تاریخ، اصول و مسائل

جناب محمد سمیع اختر فلاحی، ریسرچ اسکالر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۵)

ابن قتیبہ :-

ابن قتیبہ کا شمار بھی اپنے زمانے کے نحو و لغت، فقہ اور ادب کے چند مشہور ائمہ میں ہوتا ہے۔ زبان و بیان اور نحو و صرف سے متعلق علوم میں ان کی متعدد کتابیں ہیں۔ خاص طور پر "ادب الکاتب" "کتاب المعارف" "عیون الاخبار" وغیرہ کافی مشہور رہیں۔

فن نقد میں اسکی مشہور کتاب "الشعر و الشعراء" ہے جس کے اندر مولف نے اپنے زمانے تک کے جاہلی و اسلامی دور کے شعراء اور ان کے کلام کا جائزہ لیا ہے۔ اس نے کتاب کے مقدمے میں اشعار کو منتخب کرنے اور رد کرنے کے معیار کو واضح کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے :

"میں نے یہ کتاب شعراء کے بارے میں تصنیف کی ہے، میں نے شعراء کے زمانوں ان کے مقام و منزلت، ان کی زندگی کے حالات، ان کی شاعرانہ خصوصیات ان کے قبائل کی تفصیلات پیش کی ہے نیز میں نے اشعار کی قسموں اور شعراء کے طبقات سے بھی بحث کی ہے

اور اشعار کو پسند یا ناپسند کرنے کے معیار کی وضاحت بھی کی ہے۔ (۵۱)
اس کی کتاب میں ادبی تنقید سے متعلق اہم نکات موجود ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ:۔
"اشعار کے انتخاب میں میں نے دوسروں کی تقلید یا پیروی نہیں کی اور نہ یہ چاہا ہے کہ عوام جس کو پسند کرتے ہیں اسے قبول کر لوں اور جسے ناپسند کرتے ہیں رد کر دوں۔ نہ تو میں نے متقدمین کو زمانے کے تقدم کے اعتبار سے افضل سمجھا ہے اور نہ متاخرین کو زمانے کے اعتبار سے متاخر ہونے کی بنا پر کمتر گردانا ہے۔ بلکہ میں نے دونوں کو انصاف کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر ایک کو اس کا حق اور صحیح مقام دیا ہے۔ میں ایسے علما کو بھی جانتا ہوں جو خراب شعر کو محض اس بنیاد پر اچھا قرار دیتے ہیں کہ اس کا تعلق متقدمین شعراء سے ہوتا ہے اور میں ایسے علما کو بھی جانتا ہوں جو عمدہ شعر کو بھی اس لئے کمتر تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق متاخر شعراء سے ہوتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت کو کسی خاص زمانے یا کسی خاص قوم یا کسی خاص فرد کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ اس کا یہ فضل تمام بندوں کے لئے ہر زمانے میں عام رہا ہے۔" (۵۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنقید کے میدان میں ابن قتیبہ کی منفرد رائے تھی وہ متقدمین کے وضع کردہ اصولوں کے پابند نہیں تھے۔ اور نہ ہی اشعار کے حسن و قبح کو پرکھنے کا جو معیار متقدمین نے بنایا تھا اسی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ اس نے شعراء کے طبقات کی تقسیم میں ابن سلام کی پیروی نہیں کی کیونکہ ابن سلام نے امرؤ القیس کو طبقہ اولیٰ میں رکھا ہے جب کہ ابن قتیبہ نے کعب بن زہیر کو طبقۂ اولیٰ کے شعراء میں شمار کیا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے کسی نے ان کو اول طبقے کا شاعر تسلیم نہیں کیا۔ (۵۳) بہر حال ابن قتیبہ کے تنقیدی

نظریات میں ادبی ذوق سے زیادہ عقلی و فکری عنصر کا دخل ہے۔ وہ ادبی تخلیقات کے درمیان منطقی ربط تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شعر کی چار قسمیں ہیں۔ (الف) جس کے الفاظ اور معانی دونوں عمدہ ہوں (ب) الفاظ تو عمدہ ہوں مگر معنی میں کوئی نقص ہو۔ (ج) الفاظ تو عمدہ نہ ہوں مگر معنی بلند ہو۔ (د) الفاظ و معانی دونوں ہی بے کار ہوں۔ (۵۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ الفاظ اور معانی کے درمیان منطقی ربط تلاش کرتا ہے۔ وہ شعرا کو صناع و طباع میں تقسیم کرکے دونوں کی تعریف کرتا ہے۔ اور فطری شعرا کو متکلف شعرا پر فوقیت دیتا ہے۔ وہ اشعار کے اندر فطری روانی و سادگی دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شعرا کا مزاج اور ان کی طبیعت باہم ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ مختلف شعرا الگ الگ صنف سخن میں ماہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کے لئے مدحیہ اشعار کہنا آسان ہوتا ہے تو ہجویہ اشعار کہنا مشکل، یا کسی کو مرثیہ گوئی میں مہارت ہے تو غزلیہ اشعار کہنا بہت دشوار ہے (۵۵) وہ شعر میں انسانی حالات اور نفسیاتی کیفیات کو بھی اشعار کی تخلیق میں موثر مانتا ہے، چنانچہ شاعر اگر غمزدہ ہے، یاس و ناامیدی کا شکار ہے تو اس کے اشعار میں رنج و کرب کی جھلک نظر آئے گی۔ اس کے برخلاف شاعر کو اگر مسرت و خوشی کے لمحات میسر ہیں تو اس کے اشعار میں مسرت و امید کی کرن نظر آئے گی۔

ثعلب :- متوفی ۲۹۱ھ

ثعلب کا شمار بھی تیسری صدی ہجری کے مشہور ناقدوں میں ہوتا ہے۔

وہ نحو و صرف اور زبان و بیان کا بہت بڑا عالم تھا۔ یونانی علوم و فنون کو اس دور میں تیزی سے عربی زبان میں منتقل کیا گیا جس سے عربوں کی علمی، فکری، ادبی اور ثقافتی زندگی بہت حد تک متاثر ہوئی۔ نقد کے میدان میں اس کی مشہور کتاب "قواعد الشعر" ہے گو کہ قدیم تاریخی روایات واضح طور پر اس کتاب کی نسبت ثعلب کی طرف ثابت نہیں کرتے۔ اس کتاب کے اندر اس کی تمام تر کوشش یہی ہے کہ وہ الفاظ کے اندر پائے جانے والی غرابت کو واضح کر دے۔ اس نے شعراء کے افضل یا کمتر ہونے کے مسئلے کو بھی اٹھایا ہے وہ کہتا ہے "فرزدق اور جریر دونوں ذوالرمہ سے بڑے شاعر ہیں، ذوالرمہ کثیر سے، اور کثیر جمیل سے بڑا شاعر ہے" دوسری جگہ کہتا ہے "زہیر جاہلی دور کا سب سے بڑا شاعر ہے اس کے بعد حطیئہ، جریر اسلامی شعراء میں سب سے بڑا شاعر ہے اس کے بعد مرقو الاسدی، جریر کا عہد اسلام میں وہی مقام ہے جو زہیر کا عہد جاہلیت میں تھا" (۵۶)

اس نے اغراض شعر سے بحث کرتے ہوئے مدح، ہجو، مرثیہ، تشبیہ، تشبیب، اور قصہ گوئی جیسے موضوعات میں تقسیم کیا ہے۔ (۵۷) وہ معنی کی لطافت، الفاظ کی شوکت، اضداد کے حسن استعمال، نظم و ترتیب کی کامل رعایت اور ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہونے میں فنی مہارت کی ضرورت جیسے اہم تنقیدی موضوعات کو چھیڑتا ہے۔

جاحظ :- ۷۷۵ - ۸۶۸ م / ۱۵۹ - ۲۵۵ ھ

عمرو بن محبوب کنانی بصرہ میں پیدا ہوا۔ اپنی بدصورتی اور آنکھوں میں کچھ خرابی کے بدولت جاحظ لقب پڑ گیا۔ کنیت ابو عثمان تھی۔ عہد طفولیت

ہا ہے ان سکے اندر حصول علم کا غیر معمولی شوق تھا۔ اس نے بصرہ میں موجود تقریباً تمام ہی علماء کی طرف رجوع کیا۔ اسے ابوعبیدہ، اصمعی، ابوزید انصاری ابوالحسن اخفش جیسے اساطین علم وفن سے استفادہ کا شرف حاصل ہے اس کا شمار فرقہ معتزلہ کے اماموں میں ہوتا ہے۔ اس نے فلسفہ، منطق، سائنس، ریاضیات تاریخ، سیاست، اخلاقیات، دینیات اور دیگر علوم و فنون میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن کی مجموعی تعداد تین سو ساٹھ بتائی جاتی ہے۔ بہرحال جاحظ عربی زبان وادب کا مشہور ادیب اور نامور انشاء پرداز ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جاحظ نے باقاعدہ نقد کے موضوع پر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، لیکن اس کی تصانیف میں تنقیدی مسائل جابجا بکھرے پڑے ہیں خاص طور پر "کتاب الحیوان" اور "کتاب البیان والتبیین" میں تو نقدادبی سے متعلق اہم مسائل کا ذکر ملتا ہے۔ فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان سے متعلق مسائل پر بحث کرنا اس کا خاص موضوع تھا۔ اس کا شمار بھی ان چند سرکردہ افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے عربی زبان وادب میں تنقید کا تعارف کرایا اور نقدادبی سے متعلق اہم اصول وقوانین وضع کئے وہ اپنی کتابوں میں جب کبھی کوئی شعر یا نثری نمونہ نقل کرتا ہے تو پہلے وہ اسے فصاحت و بلاغت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیتا ہے۔ اگر اس کے اندر ادبی حسن وجمال ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور اگر اس میں کوئی نقص یا کمی ہے تو اس کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ متقدمین کی فضیلت کا قائل نہیں تھا بلکہ وہ عہد عباسی کے بعض جدید شعراء کو قدیم جاہلی شعراء سے بہتر سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ ابونواس کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"اگر تم اس کے اشعار پر غور کرو تو تم اسے دوسروں سے

افضل پاؤ گے مگر جب تمہاری آنکھوں پر عصبیت کا پردہ
چڑھ جائے یا تم یہ سمجھو کہ بدوی ہمیشہ ہی اچھے شاعر
ہوتے ہیں اور مولدین شعرا کسی طرح ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے
اور جب یہ صورت پیدا ہو جائے تو تم صحیح و غلط کی ہرگز
تمیز نہیں کر سکتے جب تک تم مرعوب رہو گے (۵۸)

ابن سلام کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے جاحظ نے یہ ثابت کیا ہے کہ شعرا کی کثرت و قلت کا تعلق قبائلی جنگوں یا علاقے کی سرسبزی و شادابی سے نہیں بلکہ بہت سے ایسے قبائل بھی ہیں جنہوں نے جنگ میں نمایاں کارنامے انجام دیے لیکن شعر و شاعری کے میدان میں انھوں نے کچھ زیادہ نام نہیں کمایا۔ وہ کہتا ہے۔

"بنو حنیفہ قبیلے کے لوگ شجاعت و بہادری، جنگ و سپہ گری
میں اچھی مثال آپ تھے مگر میں نے اس سے زیادہ قلیل تعداد
میں کسی دوسرے قبیلے کے اندر شعرا کو نہیں پایا۔ اس طرح
قبیلہ عبد القیس کا علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا، مگر
شعر و شاعری میں ان کا حصہ بہت کم تھا" (۵۹)

وہ تین چیزوں کو شاعری کی بنیاد تسلیم کرتا ہے (۱) الغریزہ (شعر و شاعری کے لیے موزوں فطرت) (۲) البلد (ماحول، علاقہ) (۳) العرق (نسل و جنسیت۔ پھر جاحظ نے ان تینوں خصوصیات پر تفصیل سے بحث کی ہے (۶۰) اسی طرح اس نے شاعری اور مصوری کے درمیان تعلق کو ثابت کر کے نقد ادبی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:-

شعر ایک فن ہے، پینٹنگ کی ایک قسم ہے اور مصوری کی جنس سے ہے (۷)
اس کا خیال ہے کہ جب تک کوئی معنیٰ یا مفہوم انسان کے ذہن میں ہوتا ہے
وہ بے جان اور معدوم ہوتا ہے لیکن جب اس بے جان فکر کو الفاظ کا
جامہ مل جاتا ہے تو اس کے اندر زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ وہ الفاظ و معانی
کے درمیان باہمی ربط پر تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اور دونوں کو ایک
دوسرے کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ جاحظ کہتا ہے کہ ایک ادیب کو الفاظ
کے استعمال میں مہارت اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ عوام و خواص
کے الفاظ الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ تمام شعور کے لیے
نہیں ہوا کرتیں، اور ہر شاعر ہر موضوع پر اظہار خیال نہیں کر سکتا امرؤ القیس
جیسا عظیم شاعر اگر عنترہ کے انداز میں کوئی بات کہنا چاہے تو یقیناً وہ
کامیابی نہیں مل سکتی جو عنترہ کو حاصل ہے۔ جاحظ نے نحو اور اخلاق
کو دو الگ چیز تصور کیا ہے۔ اور ان کے حدود دائرے کی تعیین
کرتا ہے۔

اس نے اعجاز قرآن کے مسئلے کو بھی اٹھایا ہے اور ضمن میں اپنے استاد
نظام کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ اعجاز صرف
نظم و ترتیب کے ذریعہ ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ وہ اشعار کے راویوں
پر بھی تنقید کرتا ہے جو صرف قدیم شعراء کے اشعار کو نقل کرتے ہیں جن کے
اندر لغوی و فنی نقص موجود ہوتا ہے۔ اور جدید شعراء کے بہترین اشعار کے
نقل و ضبط کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اس نے انتحال و سرقات کے مسئلے
سے بھی تعرض کیا ہے اور بہت سارے ایسے جاہلی اشعار اور خطبوں کی نشاندہی
کی ہے جن کا انتساب غلط ہے۔

مبرد ۳۔ ۲۱۰ – ۲۸۶

اس دور کے ناقدین میں ابو العباس محمد بن یزید المبرد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے عہد میں ادب اور لغت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ نقد کے میدان میں ان کی اہم کتاب "کتاب الکامل" سمجھی جاتی ہے۔ گو کہ وہ کلی طور پر تنقید کی کتاب تو نہیں ہے مگر مبرد نے اس کتاب میں نقد ادبی سے متعلق بہت سارے اہم مسائل کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی اپنے ہم عصر ادباء و ناقدوں کی طرح متقدمین کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابو تمام کے مقابلے میں بحتری کو برداشت کرتا ہے کیونکہ بحتری متقدمین کی فضیلت کا قائل ہے۔ "کتاب الکامل" میں خاص طور پر زبان وبیان اور نحو وصرف سے متعلق مسائل تفصیل سے بیان ہوتے ہیں اور نقد ادبی کے مسائل ضمنی طور پر آگئے ہیں۔

ابن معتز ۴۔ متوفی۔ ۲۹۶ھ

ابن معتز وہ پہلا ناقد ہے جس نے باقاعدہ تنقید (النقد المنہجی) کی شروعات کی۔ اسے علم بدیع کا موجد کہا جاتا ہے۔ جس کا وہ بجا طور پر حقدار ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ابن معتز سے قبل علم البدیع کو ایک علیحدہ علم کی حیثیت پیش کرنے کا خیال کسی ادیب کے ذہن میں نہ آیا۔ وہ کہتا ہے علم بدیع کا موجد ابو تمام نہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہ تو بہت قدیم فن ہے۔ اس کے استعمالات قرآن، حدیث، اور جاہلی شعراء کے کلام میں موجود ہیں۔ اس نے علم بدیع کی بنیاد پانچ مختلف چیزوں پر رکھی ہے۔ (۱) استعارہ جو شعر کا داخلی عنصر ہے۔ (۲) اسلوب یا طرز ادا جو شعر کے ظاہری شکل وہیت سے بحث کرتا ہے۔

شعر کے داخلی عنصر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور وہ جناس، طباق اور رد العجز علی الصدر ہیں۔ ⑤ تیسری چیز عقلی عنصر ہے۔ اس کی کتاب نے نقادوں کو نیا رخ عطا کیا۔ ابن معتز نے کتاب کے پہلے حصے میں "علم بدیع" اس کی تعریف، اس کی خصوصیات سے بحث کرتے ہوئے اس کے جملہ انواع اقسام کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان اسباب کی طرف بھی اشارہ کیا۔ جن کی بدولت قدیم وجدید کی جنگ شروع ہوئی۔ اس نے کسی کلام کو پرکھنے کے اصول وضع کر دئیے جس کے بعد ادبی تخلیقات کی قدر وقیمت متعین کرنے میں کافی آسانی ہوئی بعد میں آنے والے تقریباً تمام ناقدوں نے اس کی اتباع کی اور اس کے اصطلاحات کو اختیار کیا۔ ابن معتز کا کہنا کہ اس سے قبل کسی کو علم بدیع وضع کرنے کی توفیق نہیں ملی، درست نہیں ہے جب کہ اس سے قبل حسین بن اسحاق نے ارسطو کی کتاب "الخطابہ" کا ترجمہ کر دیا تھا۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں "عبارت" کے عنوان کے تحت استعارہ، طباق، جناس اور رد العجز علی الصدر وغیرہ کا ذکر موجود ہے ⑥⑦ بہرحال اس نے محسنات لفظیہ، محسنات معنویہ اور ان دونوں کی قسموں پر سیر حاصل بحث کی ہے جو عربی تنقید نگاری میں کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ بھی متقدمین کی فضیلت کا قائل ہے کیونکہ وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ جاہلی اشعار میں علم بدیع کے مسائل کثرت سے ملتے ہیں۔

(جاری)